مولانا عبدالقیوم حقانی، رفیق موتمر المصنفین

اوراب حدِقذف؟

اس کا کریڈٹ بھی صرف منکرین حدیث کے سر ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اکیاسی روز قبل ہزاروں کی تعداد میں قدسی الصفات اور پاک نفوس کے بھرے مجمع میں میدان عرفات کے اندر ۹ ذوالحجہ کو جمعہ کے دن اور عصر کے وقت یہ اعلان کرایا گیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ)	آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے میں نے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

قرآن مقدس کے اس قطعی اعلان کے بعد قیامت تک اب دین میں کسی ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ ہدایت کے لئے جملہ ضروری احکام اصولاً نازل کر دئے گئے ہیں۔

لہذا اس کے بعد جو شخص بھی دین میں کسی چیز کا اضافہ کرتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے عقیدہ میں دین نامکمل اور اس کی ترمیم کا محتاج ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔

فمهما نطلب العز بغیر ما اعزنا الله به اذلنا الله (مستدرک)	جب بھی ہم کسی ایسے طریقہ سے عزت حاصل کرنا چاہیں جس کے ساتھ اللہ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی خلاف اسلام) تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں رسوا اور ذلیل کر کے چھوڑے گا۔

شرعی دلائل و براہین چار ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع اور قیاس۔ مگر اخیرین یعنی اجماع و قیاس درحقیقت کتاب و سنت ہی کی طرف راجع اور اسی کا ثمرہ ہیں۔ کائنات کی رہبری کے لئے گویا اصولی طور ہدایت کے دو حصے ہیں۔

ایک وہ حصہ ہے جو جمیع اصول، تمام پختہ و غیر متغیر اور لازمی احکام و اعمال پر مشتمل اور انسانی فطرت سے بالاتر

اور اپنے الفاظ میں محفوظ و منضبط اور ہمیشہ کے لئے مکلف مخلوق کی ہدایت کا نصاب ہے جس کا نام "وحی متلو" اور "قرآن مجید" ہے جس کی صداقت اور حقائق کا غیر بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

ڈاکٹر سیموئیل جانسن لکھتا ہے :-

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں جو ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں کہ وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔

ہدایت کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کو وحی غیر متلو، وحی خفی اور حدیث کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی مجسم و متحرک تصویر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور شعبوں کو جامع ہے قرآن مجید نے اسے حکمت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ دونوں کی پیروی حکم الٰہی کی پیروی ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہیں آپ دین بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں۔ اس لئے آپ کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے۔ اور آپ کی خلاف ورزی فطرت سے بغاوت ہے۔ الحمد للہ۔ اہل اسلام کے گھر میں سنت رسول ﷺ کی شمع کا فوری روشن ہے بھلا ان کو کسی فقیر کی جھونپڑی سے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے چرانے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ بزم مے ہے کوتاہ دستی میں ہے محرومی جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

آج کے اس بے دینی، فتنہ و فساد، تجدد و مادیت کے دور میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کے خود ساختہ مسائل بدعات، رسومات اور خود تراشیدہ قوانین و دساتیر کو عمیق غور و فکر سے جانچیں، پرکھیں اور ان کی اسلامی حیثیت سے کماحقہ آگاہ ہونے کی کوشش کریں۔ بغیر اتباع کتاب و سنت کے اسلام اور اسلام سے محبت کا دعوٰی بے بنیاد اور سراسر بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔

آج مسلمان غیروں کی صورت و سیرت، گفتار و کردار، رسم و فیشن، تہذیب و تمدن، معاشرت اور قانون و دستور پر مفتون ہو رہے ہیں۔ جو عظیم محسن (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہماری احسان فراموشی کی بدترین مثال ہے کاش! کچھ تو شرماتے جن کے راستوں پر چلنے میں تم نجات سمجھتے ہو وہ خود اپنے راستے سے بیزار اور تمہاری راہ پر آنے کے لئے تیار ہیں۔ اور تمہارے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد اور سنت کی قدر و قیمت کا اعلان کر رہے ہیں لندن کا مشہور اخبار "لیبر الیسٹ" لکھتا ہے۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی قدر و قیمت اور عظمت و فضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت

عقل و دانش سے بیگانہ ہیں۔

حدیث، قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پہ مغربی اقوام کا سیاسی نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرغوب تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر اقوام مغرب کی تقلید کے ناممکن ہے۔ لیکن اس کے راستہ میں اسلام کے بہت سے احکام رکاوٹ تھے۔ اس لئے انہوں نے اسلام کو مغربی افکار کے مطابق بنانے کے لئے اس میں تحریف شروع کر دی۔ اس طبقہ کو "اہل تجدد" کہتے ہیں۔ ہندوستان میں سر سید، مصر میں طٰہ حسین اور ترکی میں ضیا گوک الپ اس طبقہ کے اولین رہنما ہیں۔

اس طبقہ نے اپنے مذموم مقاصد کی خاطر حدیث کو راستہ سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور "حجیت حدیث" کا انکار کر دیا۔ اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کر دیا گیا۔ معجزات کا انکار کیا گیا۔ پردہ کا انکار کیا گیا۔ اور بہت سے مغربی افکار کو سند جواز دی گئی۔

نظریہ انکار حدیث مسلسل ترقی کرتا رہا اور پھر کسی قدر منظم طور سے عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس کی باگ ڈور سنبھال لی۔ اور اسے ایک منظم مکتب فکر کی شکل دے دی۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے اس کی تحریروں میں بڑی کشش تھی اس لئے پرویز کے زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا۔ یہاں تک کہ عدالتی فیصلے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جس کا اظہار یوں ہوا کہ گذشتہ دنوں خوب دھڑلے سے "حد رجم" پر رجم کیا گیا۔ اس کے بعد مثبت اور منفی ہر دو پہلوؤں پر اخبارات اور قومی پریس میں خوب لے دے بھی ہوتی رہی۔ مگر یار لوگوں کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ بلکہ یہ فائدہ ضرور ہوا کہ قطعی حقائق، واضح نصوص اور مضبوط دلائل و براہین سے مسئلہ خوب نکھر کر سامنے آگیا۔

ہم اس وقت بھی سمجھ رہے تھے کہ یہ ڈور پیچھے کہاں سے ہل رہی ہے اور اس کہ نت کے پس منظر میں کس کا اشارہ ابرو چل رہا ہے۔ مگر سنا ہے کہ آدم خور کو جب ایک بار آدمی کے خون کا چسکا لگ جائے تو وہ موت قبول کر لیتا ہے مگر انسانی خون کی چاٹ سے دست بردار ہونے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتا۔

کچھ ایسے ہی مزاج کے لوگوں کو جب بھی اسلام پر حملہ کر کے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت کا انکار کر کے اس کے واضح، قطعی اور منصوص احکام کا مذاق اڑا کر "قرب سلطانی" اور کچھ اس سے بڑھ کر نام و مقام کے نقد تمغات حاصل کئے تو "ھل من مزید" کے فطری اور طبعی محرکات مگر درحقیقت پس پردہ خدا تعالیٰ کی ڈھیل اور مہلت نے انہیں "فی طغیانہم یعمہون" کے بحر عمیق میں خوب کشتی دوڑانے کا موقع فراہم کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ اب منکرین حدیث کے ہاں "حد رجم" پر رجم کرنے کے بعد "حد قذف" پر قذف لگانے کا چرچا چل نکلا ہے اور اس سلسلہ میں مختلف شوشے چھوڑے جا رہے ہیں۔

نااہلوں کو تو یہ کہنے میں بھی باک محسوس نہ ہوئی، کہا اور خوب بے خوف ہو کر کہہ دیا کہ حدِ قذف کی ایک صورتِ مخصوصہ (اذا قذف الرجل رجلاً محصناً) قرآن و حدیث میں منصوص نہیں ہے۔ لہٰذا اس حد کا نفاذ اور اجراء خلافِ اسلام ہے۔

اصل میں انکار صرف حد کی صورتِ مخصوصہ (مذکورہ) سے نہیں بلکہ حدود سے ہے۔ مگر اس بڑے مقصد تک پہنچنے کے لئے حدِ قذف کی ایک مخصوص صورت کو لے کر "یوسوس فی صدور الناس" کا عمل شروع کر دیا ہے مگر عزائم یہ ہیں کہ اس عمل کو آگے بڑھا کر "یوسوس فی القضاء والعدالۃ والحکومۃ" کا فرض بھی ادا کریں۔

اس قدر واضح، قطعی اور منصوص حکم کے لئے دلائل لکھنا اور اسے ثابت کرنا اگرچہ ایسا ہی ہے جیسے سورج کی موجودگی میں اس کے وجود پر دلائل قائم کئے جائیں۔ مگر کیا کیجئے۔ یار لوگ ایک چھوٹے سے مصنوعی سوراخ میں گھس کر پورے دین کی عمارت کو گرانے اور اس کی بنیادیں ہلانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ احتمالی مصنوعی دروازہ بھی بند کر دیا جائے۔

"اذا قذف الرجل رجلاً محصناً" کا عنوان لے کر پورے دین سے فرار کرنے والوں کو، یہ غلط ہے کہ قرآن میں آیات اور قطعی نصوص نظر نہیں آتے بلکہ حق یہ ہے کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا	اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر
باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃً	چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی دُرّے
ولا تقبلوا لھم شھادۃً ابداً (نور)	لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔

عام معروف عادت کے مطابق یا اس واقعہ کی وجہ سے جو اس آیت کا شانِ نزول ہے۔ تہمت زنا اور اس کی سزا کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ تہمت لگانے والے مرد ہوں اور جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ پاک دامن عورت ہو۔ مگر حکم شرعی اشتراکِ علت کی وجہ سے عام ہے۔ کوئی عورت دوسری عورت پر، یا کسی مرد پر، یا مرد کسی دوسرے مرد پر تہمت زنا لگائے اور ثبوت شرعی موجود نہ ہو تو یہ سب بھی اسی سزائے شرعی کے مستحق ہوں گے۔ (جصاص و ہدایہ)

علامہ سید امیر علی صاحب اپنی تفسیر "مواہب الرحمٰن" میں لکھتے ہیں:-

واضح ہو کہ جو حکم محصنات عورتوں کے قذف میں ہے۔ وہی حکم محصنین مردوں کے قذف میں ہے۔ کما صرح بہ الشیخ ابن کثیر و الخطیب وغیرہم۔

آیت میں محصنات عورتوں کی تخصیص باللہ کہ اس واسطے فرمائی کہ محصنات عورتوں کے حق میں اس قذف سے عار زیادہ ہے اور یہ ان کے حق میں زیادہ شنیع ہے۔ نیز مردوں کا شمول بھی آیت میں مذکور ہے۔

"محصنات" نفس کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے: "والذین یرمون نفس المحصنات"

پس محصنات مطلق نفوس ہیں جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں محصنات سے محض نساء مراد ہیں وہاں نساء کی قید بھی آئی ہے۔ والمحصنات من النساء۔ اگر محصنات سے صرف نساء ہی مراد ہوتیں تو من النساء کی قید کا اضافہ چنداں مفید نہ تھا۔

میرے شیخ اور استاذ المکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم نے فرمایا:۔

مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مفضول کی نفی ہو جائے تو افضل کی نفی بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔ مثلاً ولا تقل لہما اُف میں جب اُف کی نفی ہے تو ضرب و شتم کی نفی بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ عورت مفضول ہے اور مرد افضل "الرجال قوامون علی النساء" جب شریعت عورت کی عزت و آبرو کا تحفظ تو بطریق اولیٰ کرتی ہے۔ لہذا حد قذف میں "محصنین" کا انکار "ولا تقل لہما اف" میں والدین کو سب و شتم اور ضرب کی حرمت کے انکار کے مترادف ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا کہ اسی سورہ نور میں آگے چل کر قرآن کریم کی تصریح نے منکرین کے لئے تاویل و تحریف کے تمام چھوٹے اور مصنوعی دروازے بند کر دئے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون

جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا و آخرت میں سزا دردناک مقرر ہے۔

الذین اسم موصول جمع مذکر ہے اور دنیا کی سزا کو دردناک کہا گیا ہے جس کا مصداق حد قذف ہی ہے۔ اس قدر صاف اور بے غبار تصریح کے باوجود بھی محصنین کو آیت کے مصداق کو خارج کرنا قرآن کی کھلی تحریف ہے جس کی جرأت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل خوف خدا سے خالی ہوں۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس نوعیت کی جرأت و جسارت کسے بھی نہیں ہوئی۔ اس کا کریڈٹ صرف پاکستان کے منکرین حدیث کے سر ہے۔ قرآن کی ان قطعی نصوص کے بعد بعنوان کہ "مسئلہ صحاح میں نہیں" ایک بے جا خرافات ہے تاہم! ہم بطور نمونہ اتمام حجت کے لئے امام بخاریؒ کی صحیح سے خلافت راشدہ کے نقش ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا عمل پیش کرتے ہیں۔

وجلد عمرؓ ابا بکرۃ وشبل بن معبد و نافعاً بقذف المغیرۃ بخاری ج ۱ ص ۳۶۱

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کے پیش نظر ہمیں تو عمر فاروقؓ کا عمل بھی قرآن ہی کی عملی صورت نظر آتا ہے اور اس میں شبہ ہی کیا ہے جب خود لسان نبوت نے یہ فرما دیا ہے۔

فاقتدوا من بعدی ابی بکر و عمر میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتدا کرنا۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷)

(باقی ص ۵۹ پر)